۷۸۶

اِشارات

(افسوس ہے کہ اس مرتبہ عین وقت پر جب کہ پرچہ کی طیاری کا زمانہ تھا، میں دردِ شقیقہ میں مبتلا ہوگیا اور آٹھ دس روز تک کسی دماغی محنت کے قابل نہ رہا۔ اس حالت میں اپنے فرائضِ ادارت بتمام وکمال انجام دینا میرے لیے مشکل تھا۔ میں جناب ذوقی شاہ صاحب کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے میری اعانت فرمائی اور اس پرچہ کے لیے اشارات تحریر فرمادیئے فجزاہ اللہ عنی خیر الجزاء)

ایڈیٹر

اِنسان ایک چھوٹا سا کارخانہ قائم کرتا ہے تو اس کی سلامتی کے لیے ایک مناسب اسکیم عمل میں لاتا ہے، قواعد و ضوابط کو ترتیب دیتا ہے، تقسیم اوقات اور ترتیب کاروبار کا تعین کرتا ہے، دستور العمل بناتا ہے، اور اپنے فہم و بصیرت کے مطابق ہر قسم کی جزوی و کُلی ضرورت کو ملحوظ رکھکر ہر قسم کا ضروری سامان پہلے سے فراہم کر رکھتا ہے یا اُس کے لیے کوئی مناسب انتظام اپنے ذہن میں سوچ لیتا ہے۔ مگر انسان بوجہ اپنی ناتجربہ کاری، نادانی، کم علمی، کوتاہ نظری اور دیگر کمزوریوں کے اُن معاملات میں اکثر غلطیاں بھی کرتا ہے۔ ٹھوکریں بھی کھاتا ہے، نقصان بھی اُٹھاتا ہے اور اپنے جدید تجربوں کی بنا پر اپنے کارخانہ کی تنظیم اور اس کے دستور العمل میں وقتاً فوقتاً ترمیم و اصلاح کرتا رہتا ہے۔ مگر ہستیِ مطلق اِن جملہ نقائص سے پاک ہے۔ حق تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے وہ ٹھیک ہوتا ہے، درست ہوتا ہے، اور کسی ترمیم و اصلاح کا محتاج نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ نے بھی اس عظیم الشان کارخانۂ قدرت کے وجود میں لانے یعنی تخلیق کائنات سے قبل ہی سے اپنے

علم ازلی میں کائنات کے تمام جزوی اور کلی امور پر نگاہ ڈالکر ہر چیز کے مناسب حال انتظامات کا تعین فرمالیا ہے۔ ایک ترتیب قرار دے لی ہے۔ قواعد و ضوابط مرتب فرمالیئے ہیں۔ کارخانے کے مختلف کُل اور مختلف پرزوں کے لیئے مختلف خدمات کی تخصیص فرمادی ہے۔ اُن کے بگڑنے، ٹوٹنے، زنگ آلود ہونے اور بیکار ہوجانے کی صورت میں اُن کی مرمت، اصلاح اور درستی کی تدابیر کا بھی تعین فرمارکھا ہے۔

حضرتِ انسان کو اُس کارخانۂ عظیم کی افسری، مہتمی، مینیجری، انجنیری کے لیئے مختص فرمادیا ہے اور اُس کے سپرد یہ خدمت کررکھی ہے کہ وہ اپنے مالک کی مرضی کے مطابق اس کارخانہ کو چلائے۔ یہ خدمت کوئی ایسی ویسی خدمت نہ تھی جسے ہر کس و ناکس بلا کسی تیاری کے بآسانی انجام دے سکے۔ بہت نازک اور بڑی ذمہ داری کی خدمت تھی۔ اس خدمت کی انجام دہی کے لیے خاص قسم کی قابلیت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ انسان میں وہ قابلیت پیدا کرنے کیلیئے جن جن باتوں کی ضرورت تھی اُن کا بھی پورا پورا انتظام فرمادیا گیا یہ حقیقتاً حق تعالیٰ کا اپنے بندے پر بہت بڑا احسان تھا کہ وہ اوسے عدم سے وجود میں لایا۔ اُسے بہت بڑا مرتبہ عنایت فرمایا یعنی اس زمین پر اُسے اپنا نائب، اپنا خلیفہ، اپنا وائسرائے بنایا۔ حق نیابت ادا کرنے کی قابلیت اپنے میں پیدا کرنے کی اُسے صلاحیت بخشی۔ اوس صلاحیت کو ترقی دینے کی اُسے راہیں سوجھائیں، اُس میں خرابیاں واقع ہوجائیں تو اونہیں دور کرنے کی تدبیریں بتائیں۔ اور اُس کے لیے ایک ایسا دستور العمل مرتب فرمادیا کہ صحیح طور پر پابندی کے ساتھ اُس پر عمل کرنے سے انسان اِس جہان میں بھی سرفرازی حاصل کرسکتا ہے اور اُس جہان میں بھی۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ اپنے مالک، اپنے خالق، اپنے پروردگار اپنے اللہ کی خوشنودی بھی حاصل کرسکتا ہے۔ یہ دستور العمل چونکہ حق تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے اس لیئے ہر قسم کی غلطیوں اور لغزشوں سے پاک ہے اور اس سے مستغنی ہے کہ تجربہائے مابعد کی روشنی میں اس میں کسی ترمیم یا تغیر و تبدل یا اصلاح کی گنجائش پیدا ہو۔ ایسا عجیب و غریب اور اتنا عظیم الشان دستور العمل نازل فرماتے وقت حق تعالیٰ کی توجہ خاص اور نظر شفقت، اپنے بندوں کی جانب ہوئی اور

اِس رحمتِ خاص کے مبذول ہونے کا وقت نہایت برکت والا قرار پایا اور اس شفقت و رحمت و برکت کی شکرگذاری بندوں پر لازم ہو گئی۔ وہ واجب التعمیل دستور العمل قرآن پاک ہے اور وہ بابرکت وقت جبکہ حق تعالیٰ کی شفقت رحمت اور محبت کی نظر اپنے بندوں پر پڑی ماہ رمضان ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ

الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

(۲ : ۲۳)

آیت مندرجۂ بالا میں ایک تو یہ بات بتلائی گئی ہے کہ قرآن هُدًى لِّلنَّاس ہے سب کے لیئے ہدایت ہے۔ نئی دنیا کے رہنے والے ہوں یا پرانی دنیا کے، ترکی ہوں یا تاتاری، زنگی ہوں یا فرنگی، چینی ہوں یا عرب، ایشیا والے ہوں یا یورپ والے، تعلیم قدیم کے پختہ مغز ہوں یا تعلیم جدید کے جدت پسند، فلسفی ہوں یا سائینس داں، قرآن سب کے لیے ہدایت ہے اور اس قرآن میں سب کے لیئے حق و باطل میں امتیاز کرنے کی بہت ہی نمایاں روشنی موجود ہے۔ دوسری بات اس آیت میں یہ بتلائی گئی ہے کہ اس کا نزول ماہ رمضان میں ہوا۔ احادیث میں اس کی صراحت کردی گئی ہے کہ پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر بجملةٍ واحدةٍ ماہِ رمضان میں نازل ہوا۔ پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس مدت میں وہ پورا نازل ہوگیا۔ لوحِ محفوظ کی حقیقت اور آسمان دنیا کی حقیقت اور قرآن کے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر جملةً واحدةً نازل ہونے کی حقیقت سے اس وقت بحث نہیں نہ اس بحث کا یہ موقعہ ہے۔ یہاں تو بحث اس امر سے ہے کہ ماہ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں حق تعالیٰ کی نظر عنایت اپنے بندوں پر خاص طور سے مبذول ہوئی اور اس نظر عنایت کے نتیجہ میں بنی نوع انسان کے ہاتھ ایک عظیم الشان دولت آگئی جس سے سرفرازی دارین اور رضائے الٰہی خریدی جاسکتی ہیں۔

تعین ماہ کے ساتھ تخصیص وقت بھی فرما دی گئی ہے۔ قرآن مجید ہی میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ ماہ رمضان کے کس حصہ میں نزول قرآن واقع ہوا اور وہ وقت کیسا برکت والا ہے اور ہر سال جب وہ وقت آتا ہے تو اُس میں کیا کچھ ہوا کرتا ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

بنی نوع انسان کے لیے یہ عجیب و غریب دستور العمل، حاکم حقیقی کا اپنے محکوموں کے نام یہ فرمان شاہی، عاشقان الٰہی کے جلے بھنے دلوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا یہ نامۂ محبوب، اُس بارگاہِ وراء الوراء سے اُن ہی کے پہنائے ہوئے الفاظ کے لباس میں آراستہ ہو کر لیلۃ القدر میں نازل ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ **ہم نے** اسے نازل کیا۔ قربان آپ پر اور آپ کے نازل فرمائے ہوئے پیام حیات پرور پر۔ کس آن بان سے پیام آتا ہے اور کس آن بان سے اُس کے آنے کی خبر دی جاتی ہے کہ **ہم نے** اسے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا اور جانتے بھی ہو کہ لیلۃ القدر کس قدر قیمت کی شب ہے جس میں ہم نے تمہیں اپنی ایک ادائے خاص سے دیکھا۔ یہ ایسی برگزیدہ اور بابرکت شب ہے کہ ہر سال جب یہ آتی ہے تو ہماری جانب متوجہ ہونے والوں کی اس ایک شب کی عبادت سے اُنہیں اس قدر عظیم الشان فائدہ پہنچتا ہے کہ ایک ہزار مہینوں تک متواتر عبادت کرتے رہنے سے بھی اتنا فائدہ حاصل نہ ہوتا۔ یہ شاعری نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا فرمودہ ہے۔ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ کلماتِ الٰہی ہیں۔ ذرا حساب لگا کر دیکھئے تو معلوم ہو جائیگا کہ ایک ہزار مہینوں کے تراسی سال چار مہینے ہوئے یعنی اگر کوئی عابد و زاہد و متقی و پرہیزگار شخص تراسی

سال چار مہینے مسلسل عبادت کرتا رہے تو اُسے اوتنا فائدہ نہ پہنچیگا جتنا کہ لیلۃ القدر کے شب بیداری کو اس ایک شب کی عبادت سے فائدہ پہنچانے کا حق تعالےٰ نے خود وعدہ فرمالیا ہے۔

دنیا کی حکومتوں کی طرح حکومتِ الٰہی میں بجٹ کی کمی پوری کرنے اور آمد و خرچ کے دونوں پلڑوں کو برابر رکھنے کے لیے تخفیف عمل میں نہیں آتی۔ ملازموں کی تنخواہیں کم نہیں کی جاتیں۔ اونہیں بلا وجہ برخاست نہیں کیا جاتا قبل از وقت پنشن دیکر نکالا نہیں جاتا۔ عہدہ داروں کے الاونس بند نہیں کئے جاتے۔ اُس کی بارگاہ میں نہ کسی نعمت کی کمی ہے نہ بخل کو دخل ہے۔ اُس کی فیاضی کی کوئی انتہا نہیں۔ اُس کی رحمت کی وسعت لامحدود ہے۔ وہ دیتا ہے تو واپس نہیں لیتا۔ بخشش شروع کرتا ہے تو ہاتھ نہیں روکتا۔ نوازشات و عنایات کا سلسلہ جاری فرماتا ہے تو اُسے بند کرنے کا پھر نام نہیں لیتا۔ قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرماتے وقت اُس کی نظر لطف جو بندوں پر ہوئی تھی وہ ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ ہر سال جب یہ برکت والی شب آتی ہے تو نزول رحمت الٰہی میں پھر وہی شان پیدا ہو جاتی ہے اور یہ شان ایسی عجیب و غریب ہوتی ہے کہ اس کی سیر کے لیے جبرئیل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ بھی اس زمین پر نزول کرتے ہیں۔ اور یہ نزول کوئی چوری چھپے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فیاضیاں اُس شب میں اس قدر زوروں پر ہوتی ہیں کہ خود اُسے بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں چنانچہ وہ جبرئیل اور ملائکہ کو حکم دیتا ہے کہ جاؤ تم بھی زمین پر جا کر دیکھو کہ میرے بندے میری یاد میں کیسے مصروف ہیں اور میں اون پر کیسی کیسی رحمتیں اور کیسے کیسے انعامات برسا رہا ہوں بلکہ تم چونکہ میری بارگاہ سے میرے بندوں کے پاس جا رہے ہو اس لیے تم بھی وہاں خالی ہاتھ نہ جاؤ بلکہ میری جانب سے میرے بندوں کے لیے سلامتی کا تحفہ لیکر جاؤ۔ چنانچہ اس شب میں ذاکرین و عابدین کے لیے سلامتی برستی ہے۔ اُن کی عبادتیں بھی مقبول ہو

ہیں - اون کی دعائیں بھی مقبول ہوجاتی ہیں اور وہ خود بھی مقبول ہوجاتے ہیں اور یہ سب کچھ طلوع فجر تک ہوتا رہتا ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمادیا کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا۔ دوسرے موقعہ پہ یہ بھی فرمادیا کہ لیلتہ القدر میں نازل ہوا جس سے یہ نتیجہ نکالنا تو آسان ہوگیا کہ لیلتہ القدر یقیناً ماہ رمضان ہی میں واقع ہوتی ہے۔ مگر یہ نہ ارشاد فرمایا کہ رمضان کی کونسی شب لیلتہ القدر ہے - احادیث صحیحہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس مبارک شب کو رمضان کے آخری دہے کی طاق شبوں میں مخفی رکھا گیا ہے۔ اس اخفاء میں بھی بڑی مصلحت ہے۔ لیلتہ القدر کے اس طرح مخفی فرمادینے میں حق تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ اس شب کی تلاش میں لوگ کئی شب جاگیں۔ یہ اخفا گویا دعوت ہے متعدد شبوں میں جاگنے اور مصروف عبادت رہنے کی۔ لیلتہ القدر میں بندوں پر اس قدر عظیم الشان اور اتنے عجیب وغریب قسم کا انعام ہوتا ہے کہ جیسا اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ وہ جاکر اس کی سیر کریں۔ فرشتے تو اپنی ملکوتی بصیرت سے اس سیر کا کافی طور پر لطف حاصل کرسکتے ہیں۔ مگر انسان جو کہ کثافت کا پتلا اور ماسوائے اللہ میں جکڑا ہوا ہے اپنی کثافت جسمانی اور غیر اللہ میں انہماک کی تاریکی اور مادی نظر کے غلبہ کی نحوست سے کیونکر ان انعامات لطیفہ کا لطف حاصل کرسکتا ہے۔ کیسے تماشے کی بات ہوگی اگر فرشتے تو انسان پر نوازشات کی بارش کی سیر کریں اور خود انسان جس پر وہ بارش ہورہی ہے نوازشات کے لطف ادراک سے محروم رہے۔ اس لیے ضرورت ہوئی کہ لیلتہ القدر کے وقوع کے چند روز قبل سے انسان میں وہ تغیرات روحانی پیدا کیے جائیں جن سے انسان کی ملکوتیت تیز ہوجائے۔ چنانچہ اوسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ماہ رمضان کا چاند دیکھتے ہی سال کے بارہ مہینوں میں صرف ایک مہینے کے لئے تو ملائکہ سے حتی الوسع مشابہت پیدا کرے۔ اخلاق ذمیمہ سے معمول سے زیادہ اجتناب کرے۔ معصیت سے ہمیشہ سے زیادہ کنارہ کش رہے۔ جھوٹ نہ بولے

غیبت نہ کرے۔ لہو ولعب سے پرہیز کرے۔ فضول اور بیہودہ چیزوں سے اجتناب کرے دل کو ماسوی اللہ سے ہٹائے۔ دن میں روزے رکھے رات میں جاگے اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ دن میں کلام الٰہی کی تلاوت اور رات میں اس کی سماعت سے اپنے قلب کو اللہ کے رنگ میں رنگے۔ توبہ و استغفار سے تزکیہ نفس پر زور دے۔ ماسوائے اللہ سے آنکھیں بند کرکے کلمہ طیبہ کی کثرت اور حق تعالیٰ کے اسماء تنزیہی و تقدیسی کے مراقبات سے عالم قدس سے اپنی مناسبت کو کئی دن پہلے سے بڑھانا شروع کردے اور لیلۃ القدر کو مختلف شبوں میں ٹٹولتا رہے تاکہ جب لیلۃ القدر آئے تو اس مبارک شب کی دلچسپیوں سے محظوظ ہونے کی اپنے میں صلاحیت پائے اور اللہ کے انعام کی قدر کرسکے اور اس سے فائدہ اٹھاسکے۔

انسان اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت کا تنہا نمونہ ہے۔ وہ جامع اضداد ہے۔ اس میں علویت بھی ہے اور سفلیت بھی۔ وہ ملکوتیت اور بہیمیت سے مرکب ہے۔ روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ اس کی ترقی کا دار و مدار اس پر ہے کہ اس کی ہر صنعت کو صحیح طور پر نشو و نما دی جائے۔ اس کے اجزائے ترکیبی کا ہر جز ترقی کرے۔ اور اس کے مختلف الخاصیت اجزاء میں ایک تناسب اور اعتدال قائم رہے۔ بدن انسانی عالم اجسام کی چیز ہے اور اپنے قیام کے لیے غذائے جسمانی اور دیگر ضروریات دنیوی کا محتاج ہے۔ روح عالم ملکوت کی چیز ہے اور اپنی ترقی اور سرسبزی کے لیئے غذائے ملکوتی کی محتاج ہے جو لوگ ایک ہی جانب متوجہ رہتے ہیں اور دوسری جانب سے تغافت برتتے ہیں وہ انسانیت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور حق تعالیٰ کی جانب سے جس خدمت پر اس دنیا میں مامور کیئے گئے ہیں اس کے انجام دینے کی قدرت اپنے میں نہیں پاتے۔ اس لیئے ان کی اس دنیا کی زندگی بھی ناکام زندگی ہوتی ہے۔ دنیا میں آکر دنیا کی نجاستوں سے محفوظ رہنا ہر کس و ناکس کے لیے آسان بات نہیں۔ چنانچہ فطرت انسانی کی اس کمزوری کا

نظر ڈالکر طبیب حقیقی نے طب الٰہی میں سال کا بارھواں حصّہ وہ اقل مدت قرار دیا ہے جس میں خواہشات نفسانی اور لذات جسمانی کی جانب فطرتاً مائل ہونے والا انسان کم ازکم اس مدت میں یعنی سال میں ایک مہینہ تو روح کو اوس کی مطلوب اور مرغوب غذا پہنچانے میں منہمک رہے تاکہ حق انسانیت بھی کچھ پورا ہو اور نرے جانوروں ہی میں اس کا شمار نہ ہونے لگے۔ یاد رکھیئے کہ قرآن اور وہ برکتیں جو لیلۃ القدر میں نازل ہوتی ہیں انسانوں ہی کے لئے مختص ہیں۔ جانوروں کے لیے ان میں کوئی حصہ نہیں۔

روح چونکہ عالم لطیف یعنی عالم ملکوت کی چیز ہے جب اس عالم کثیف یعنی دنیا میں آتی ہے تو بوجہ ملکوتیت کے اُس پر ایک حزن طاری ہوتا ہے اور اس خاصیتِ غم کا غلبہ روح پر موت کے وقت تک مسلط رہتا ہے۔ یہی سبب ہے جو انسان پر خوشی کا اثر بالعموم دیر پا نہیں ہوتا حالانکہ حزن وملال کے آثار اُس پر نسبتاً دیر تک قائم رہتے ہیں اور اُسے افسردہ اور شکستہ خاطر رکھتے ہیں۔ چنانچہ روح کو اس دنیا میں جس قدر خواہشات دنیا سے پاک کیا جائیگا اوسی قدر ملکوتیت کی شگفتگی اُس میں ترقی کریگی۔ اور انسان جس اصل کا ذرہ ہے اوس اصل کے ساتھ تعلق میں زیادتی محسوس کریگا۔ بخلاف اس کے طالب دنیا اور خواہشاتِ نفس کے پورا کرنے میں جو شخص جس قدر زیادہ انہماک رکھیگا وہ اوسی قدر زیادہ اپنی روح پر بارِ غم محسوس کریگا۔ خواہشات دنیا سے بے تعلقی پیدا کرنے اور مقتضیاتِ بشری کو روکنے کی مشق بہم پہنچانے کے لیے جملہ اقسامِ عبادات میں روزہ موثر ترین عبادت ہے۔ روزہ میں موت کی چاشنی کا لطف آجاتا ہے موت کے بعد انسان کو ترک لذات پر مجبور رہنا پڑیگا۔ خواہشات نفس کے پورا کرنے پر اوسے قدرت نہوگی روزہ میں باوجود قدرت واختیار کے برقرار رہنے کے انسان اپنی خوشی سے یہ ترک واجتناب اپنے اوپر نافذ کرکے عالم بالا سے ایک مناسبت پیدا کرتا ہے اور صمدیت کی انعکاسی صفات سے کچھ عرصہ کے لیئے موصوف ہوکر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے آثار کا اپنے میں مشاہدہ کرتا ہے۔ بشری خواہشوں سے جدا ہوتا ہے

اور خدا کی ذات کی حقیقتوں تک پہنچنے کے لیے اپنے میں ایک جنبش پاتا ہے۔

روزہ انسان کو اوس کی اگلی پچھلی حالت کے متعلق بھی نشان دہی کرتا رہتا ہے جسم میں آنے سے قبل روح میں کسی قسم کی خواہش نہ تھی۔ جسم سے نکل جانے کے بعد بھی اُس میں کوئی خواہش نہ رہیگی۔ جسم میں آکر البتہ اُسے خواہشات کی چاٹ پڑجاتی ہے جب وہ جسم سے نکلتی ہے تو ہمنشینیٔ جسم کے زمانہ میں جن خواہشات کی وہ عادی ہوچکی ہے اُن کے اثرات اُس میں کچھ عرصہ تک باقی رہتے ہیں جو اُس وقت روح کے لیے نہایت درجہ تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں۔ روزہ میں چونکہ خواہشات کو عارضی طور پر روکا جاتا ہے اس بات پر غور کرنے کا موقعہ ملتا ہے کہ ہم کسی زمانہ میں ایسے تھے کہ کسی قسم کی خواہش نہ رکھتے تھے اور کسی زمانہ میں ایسے ہوجائیں گے کہ کسی خواہش کی ضرورت ہی نہ رہیگی۔ اِن امور پر غور کرنے سے خواہشات کی بے وقعتی اور ان کا تکلیف دہ ہونا آشکارا ہوجاتا ہے۔

روزہ ایک روحانی مسہل ہے۔ ایک باطنی غسل ہے جو سال بھر کی بے اعتدالیوں کے مضر اثرات کو زائل کردیتا ہے اور انسان کو کثافت آمیز ناسوتیوں کی صف سے نکال کر تھوڑی دیر کے لیئے ملکوتیوں کی صف میں شامل کردیتا ہے۔ روزہ کی حالت میں بندہ کو فرشتوں سے ایک مماثلت پیدا ہوجاتی ہے۔ فرشتے کچھ کھاتے نہیں۔ پیتے نہیں۔ ہر وقت خدا کی عبادت اور فرماں برداری میں منہمک رہتے ہیں۔ روزہ کی حالت میں بندہ بھی کچھ کھاتا پیتا نہیں اور خدا ہی کی عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف کھانے پینے کا ترک کردینا اور خدا کی عبادت میں مشغول نہ ہونا روزہ کے حقیقی مفاد سے انسان کو محروم رکھتا ہے۔ غیر اللہ میں انہماک اور کذب و غیبت اور لہو و لعب اور دیگر بیہودگیوں میں مبتلا رہنا گویا روزہ کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ ایسا بے ثمر روزہ رکھنا حقیقتاً روزہ نہیں ہے بلکہ فاقہ ہے۔ خواجہ فرید الدین

عطارؒ فرماتے ہیں ؎

روزہ حفظ دل است از خطرات
بعد ازاں از مشاہدہ افطار

روزہ کے روحانی اور حقیقی فوائد کے متعلق تو اشارات مندرجۂ بالا میں کسی نہ کسی حد تک روشنی ڈالدی گئی ہے مگر آج کی صحبت برخاست ہونے سے قبل میں دو دو باتیں اُن حضرات سے بھی کرلینا چاہتا ہوں جو نئی روشنی کے دلدادہ اور تحقیقات جدید پر فریفتہ ہیں اور اسلام کی ہر بات کو اپنی ہی عینک سے دیکھنے اور دکھانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ یہ دنیا بھی عشاق کا اکھاڑہ ہے۔ یہاں ہر شخص کسی نہ کسی لیلیٰ کا متوالا ہے جو لیلائے جسم پر عاشق ہیں اُونہیں آج کل کی مہذب زبان میں پالیٹکس کا مجنون کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ کے پالیٹکس کو صرف جسم ہی سے سروکار رہے۔ پولٹیکل لیلیٰ کے دیوانے ہر چیز کو اپنی ہی عینک سے دیکھتے ہیں، اپنے ہی مطلوب تک رسائی کا اُسے ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس سے تجاوز کرنا اپنی مصلحت کے خلاف خیال کرتے ہیں۔ ہر مفید چیز میں اُن کی نظر پولٹیکل یا جسمانی مفاد ہی میں اٹک کر رہ جاتی ہے اور ہر مُضر چیز میں اونہیں صرف پولٹیکل یا جسمانی مضرت ہی کھٹکتی رہتی ہے۔ **نماز** میں اُن کے نزدیک صرف یہی خوبی ہے کہ اس کی بدولت محلہ کے مسلمان دن میں پانچ بار اکٹھے ہوجاتے ہیں جس سے اُنہیں تبادلۂ خیالات اور قومی معاملات میں مشاورت اور مشارکت کا بہت اچھا موقعہ ہاتھ آسکتا ہے۔ **جمعہ کی نماز** کے طفیل شہر کے مسلمانوں کی ہفتہ وار کانفرنس ہوجاتی ہے **عیدین** کے موقعوں پر گردو نواح کے مواضعات کے مسلمان بھی کانفرنس میں آکر شامل ہوجاتے ہیں۔ **زکوٰۃ** سے پبلک یا قومی فنڈ کو تقویت پہنچتی ہے۔ **حج** کا فلسفہ اُن کے نزدیک بس اسی قدر ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی ایک عظیم الشان سالانہ کانفرنس منعقد ہوجاتی ہے جس میں ملکی اور ملّی مصالح کی گُتھیاں مشورہ باہمی سے سلجھا لینے کا نہایت اچھا

موقع ہے۔ **روزہ** سے اونہیں اس لیئے اتفاق ہے کہ اُس کے ذریعہ اُن کی صحت جسمانی کو فائدہ پہنچتا ہے بھوکوں کی تکلیف کا ذاتی احساس لوگوں میں پیدا ہوتا ہے، اور کسی آڑے وقت ضرورت پیش آجائے تو بھوک پیاس کی حالت میں بھی قومی مفاد کے امور میں عملی حصہ لینے کی عوام کو مشق بہم پہنچتی رہتی ہے اگر وہ یہ کہیں کہ منجملہ دیگر بڑے بڑے فوائد کے یہ بھی ایک فائدہ ہے جو جسم سے متعلق ہے تو ہمیں اُن کی بات کے مان لینے میں ممکن ہے کہ کوئی عذر نہ ہو۔ لیکن جب وہ اپنی ہی لیلیٰ کے گرد طواف کیے جاتے ہیں اور دیگر اہم تر مصلحتوں کی نفی کر کے اِن ارکان مذہبی کی صرف پولیٹیکل مصلحتوں ہی کے پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور اپنی ہی بات پر اڑے رہتے ہیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

وہ بیچارے اپنی حدِ بصر سے آگے بڑھنے سے مجبور ہیں۔ اُن کی لیلیٰ کا اون پر پورا تسلط ہو گیا ہے اور دنیا کی ہر چیز اونہیں صرف ان کی لیلیٰ ہی کی جانب رہنمائی کرتی دکھائی دیتی ہے۔ چادر کے کونے میں موتی باندھ کر ایک گنوار سے پوچھا گیا کہ بتاؤ اس چادر میں کیا بندھا ہے؟ اُس نے ٹٹول کر جواب دیا کہ چنے بندھے ہیں۔ وہ گنوار بیچارہ اس جواب پر مجبور تھا۔ اُس کی نگاہ چنوں سے آگے جا ہی نہ سکتی تھی۔ موتیوں کا وجود اس کے نزدیک عدم ہے۔

اعتذار

میری ناسازی مزاج کا سلسلہ پوری طرح ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ یکایک ایک رفیق کار کے نقض عہد نے ایسے حالات پیدا کر دئے جن سے ترجمان القرآن کی زندگی خطرے میں پڑ گئی اور اس ناخوشگوار قضیہ نے پورا ایک ہفتہ ضائع کر دیا اسی وجہ سے یہ پرچہ بہت تاخیر کے ساتھ شائع ہو رہا ہے بس شکر گزار ہونگا اگر ناظرین کرام اس عذر کو قبول فرمائیں گے۔ الحمد للہ کہ اب خطرات دور ہو گئے ہیں اور پرچہ محفوظ ہو چکا ہے

ابوالاعلیٰ